تبصرہ کتب

داغِ ندامت
(مقدمہ توہینِ رسالت و پسِ منظر)

مؤلف : رائے حسنین طاہر
ناشر : قلم کارواں، ۱۸ - راجہ چیمبرز، فاطمہ جناح روڈ - لاہور
سالِ اشاعت : ۱۹۹۵ء
صفحات : ۲۰۸
قیمت : ۱۲۵ روپے

پاکستان میں مسیحی - مُسلم تعلقات کو خراب کرنے کے لیے جن معاملات کو ہوا دی جا رہی ہے، اُن میں سب سے نمایاں موضوع "قانونِ توہینِ رسالت" ہے۔ بعض عناصر اپنے مخصوص مقاصد کے تحت بڑے تسلسل اور تواتر سے یہ باور کرانے کے لیے کوشاں رہے ہیں کہ قانونِ توہینِ رسالت اقلیّتوں، بالخصوص مسیحیوں کے خلاف ایک "امتیازی قانون" ہے۔ اِس پروپیگنڈے کا مقصد اگر ایک طرف پاکستان اور بیرونِ پاکستان کے مسیحیوں کو مشتعل کرنا ہے، تو دوسری طرف مسلمانوں میں یہ تاثر پھیلانا مقصود ہے کہ ہر مسیحی نہ صرف گستاخِ رسول ﷺ ہے، بلکہ اہانتِ رسول ﷺ کرنے کو اپنا قانونی اور انسانی حق بھی تصوّر کرتا ہے، جب کہ مسیحی رہنماؤں کا رویّہ قدرے مختلف بھی رہا ہے۔ بلوچستان اسمبلی کے سابق ڈپٹی اسپیکر جناب بشیر مسیح (م اپریل ۱۹۹۴ء) نے ایک موقع پر کہا تھا کہ

> ہم اِس [قانون] کے خلاف نہیں، کوئی بھی سچا مسیحی توہینِ رسالت کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر واقعی کوئی اس قبیح جُرم کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ موت سے بھی سخت سزا کا حق دار ہے، لیکن یہ نہیں ہونا چاہیے کہ کسی بے گناہ کو اِس قانون کا نشانہ بنایا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ قانون توہینِ رسالت کا اطلاق ہر گستاخِ رسول پر ہوتا ہے، خواہ وہ اپنے مذہب کے اعتبار سے مسلمان ہی کیوں نہ کہلاتا ہو۔ یہ قانون محض مسیحیوں یا دیگر اقلیّتوں کے لیے مخصوص

نہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ قانونِ توہینِ رسالت کے حق میں مُسلم اسکالرز اور رہنما تو قرآن و حدیث سے اور اپنی تاریخ اور تہذیبی روایات سے دلائل اور مثالیں پیش کرتے آئے ہیں، جبکہ اس قانون کے مخالفین کی طرف سے چند سطحی فقروں کے سوا اس بات کی کوئی مدلّل وضاحت نہیں ملتی کہ آخر وہ کسی بھی شخص کو شانِ رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کرنے کا حق دلوانے پر مُصر کیوں ہیں؟ اس میں انسان یا انسانیت کا کون سا مفاد مضمر ہے؟ نبی ﷺ کے لائے ہوئے دینِ برحق سے اور آپ ﷺ کی رُشد و ہدایت بھری تعلیمات سے اختلاف کا اظہار کرنا ایک الگ چیز ہے (جو متعدّد غیر مسلم مصنّفین مسلسل کرتے چلے آئے ہیں۔) اور ذاتِ رسالت مآب کو گالی دینا ایک بالکل مختلف فعل ہے جو کسی باشعور یا خیر پسند آدمی کا شیوہ ہے، نہ کوئی صاحبِ عقل اور غیرت مند آدمی سُن کر اسے برداشت کر سکتا ہے۔

پاکستان میں مسیحی - مسلم تعلقات میں کشیدگی پیدا کرنے اور پھر اسے بڑھانے کے لیے جو دانستہ اور نادانستہ کوششیں ہوتی رہی ہیں، ان کا شدید ترین مظاہرہ منظور مسیح، رحمت مسیح اور سلامت مسیح کے خلاف دائر کیے گئے مشہور مقدمہ توہینِ رسالت کے ضمن میں ہوا۔ ملکی اور غیر ملکی پریس میں یہ مقدمہ کئی اعتبار سے موضوعِ بحث بنا رہا۔ ملزمان کو لاہور سیشن کورٹ سے سزائے موت سنائی گئی، جس پر مغربی پریس نے پاکستان کو سخت طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔ اسکینڈے نیویا سے لے کر امریکہ اور برطانیہ تک صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ جرمن صدر نے اپنے دورۂ پاکستان کے موقع پر صدرِ پاکستان سے اس موضوع پر تبادلۂ خیال کیا۔ ۹ فروری ۱۹۹۵ء کو سیشن کورٹ میں سزائے موت سنائے جانے کے بعد ۱۶ فروری کو لاہور ہائی کورٹ میں سزائے موت کے خلاف اپیل کی سماعت کا آغاز ہوا اور ۲۳ فروری کو اس مقدمے کا فیصلہ سُنا کر ملزمان کو بری کر دیا گیا۔ ملزمان کے قید میں رہنے کے دوران ہی میں ان کے پاسپورٹ بنوائے گئے، ویزے اور ٹکٹ کا بندوبست کیا گیا۔ ۲۴ فروری کو (جمعہ کی تعطیل ہونے کے باوجود) جیل کے دروازے کھلوائے گئے، اُنہیں پاسپورٹ، ویزے، ٹکٹ، ضروری کپڑے اور ڈالرز فراہم کیے گئے۔ [یہ چیزیں ایک غیر حکومتی تنظیم (Non-Governmental Organization) کے عہدہ داروں نے جیل کے اندر پہنچائیں۔] اور ہفتہ ۲۵ فروری ۱۹۹۵ء کو شب سوا گیارہ بجے اسلام آباد ایئر پورٹ کے وی - آئی - پی لاؤنج سے پی - آئی - اے کی پرواز نمبر پی - کے ۱۷ سے ملزمان کو بہ عجلت فرینکفرٹ بھیج دیا گیا۔ سیشن کورٹ سے سنائی جانے والی سزا پر وزیر اعظم پاکستان نے بھی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا، اس وجہ سے پاکستان میں اس کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ مغربی دنیا کی طرف سے شدید دباؤ، حکومتِ پاکستان کی طرف سے مدافعانہ اقدامات، مقدّمے کی تیز ترین سماعت اور ملزمان کی خفیہ طریقے سے بہ عجلت پاکستان سے روانگی کو —— ایسی صورت میں جب کہ ابھی ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی قانونی

گنجائش موجود تھی۔ —— پاکستان کے عدالتی نظام کے خلاف عدمِ اعتماد سے تعبیر کیا گیا اور اس اندیشے کا اظہار کیا گیا کہ اگر قانونی اور عدالتی ذرائع کا خاتمہ کر دیا گیا تو لوگ ایسے ملزمان کو از خود سزا دینے لگیں گے، جو ایک خطرناک رجحان ہوگا۔ قانونی راستوں کا کُھلا رہنا ہی بے گناہوں کی جان کی سلامتی کی ضمانت ہو سکتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب اسی مقدمہ کی مفصّل رُوداد پر مبنی ہے جسے جناب رائے حسنین طاہر نے مرتّب کیا ہے۔ مقدمہ کی رُوداد کے علاوہ رائے حسنین طاہر کی اپنی مرتّب کردہ تجزیاتی رپورٹ بھی کتاب میں شامل ہے جو انہوں نے گوجرانوالہ کے نواح میں واقع ان دیہات کا دورہ کر کے مرتّب کی ہے جن سے ملزمان کا تعلق تھا۔ عجلت سے مقدمہ نمٹانے کے ضمن میں جب وکیل استغاثہ جناب رفیق باجوہ کو مزید دلائل دینے سے روکتے ہوئے چند نکات میں اپنی بات مکمّل کر لینے کو کہا گیا تو مؤلّفِ کتاب نے اس پر اُن کا دلچسپ فقرہ نقل کیا ہے کہ "انصاف اندھا ہو سکتا ہے، اندھا دُھند نہیں۔" کتاب کا نام غالباً اِن ہی عاجلانہ اقدامات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

کتاب کے آغاز میں مؤلف نے قرآن وحدیث اور دورِ خلفائے راشدین سے چند مثالیں اور ناموسِ رسالت پر کٹ مرنے والے کچھ جانثاروں کا ذکر کیا ہے، جو اس سے زیادہ بہتر اور جامع انداز میں جناب محمد اسماعیل قریشی (سینیئر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ) کی کتاب "ناموسِ رسول ﷺ اور قانونِ توہینِ رسالت" میں موجود ہے، جس سے مؤلف نے استفادہ کیا ہے۔

وکلاء کے دلائل، پیشیوں کی تفصیل اور عدالتی فیصلوں کے مکمل متن کے ساتھ کتاب میں اخباری تبصرے بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔ کتاب اگرچہ صحافتی رپورٹنگ ہے، تاہم بعض مواقع پر، اپنی ذاتی رائے کا اظہار کرتے ہوئے مؤلّف اگر اعتدال اور احتیاط کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔

کتاب میں زبان و بیان اور پروف ریڈنگ کی اغلاط کی بھرمار ہے جو دورانِ مطالعہ میں بُری طرح کھٹکتی ہیں۔ طباعت عمدہ اور صاف ہے، نیز سرِورق پُرکشش اور معنی خیز ہے۔

(احمد حاطب صدیقی)